فقہی اختلافات کی نوعیت اور اسباب کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Review of Causes and Nature of the *Fiqhī* Deviations

* ظفراللہ

** ڈاکٹر عبدالقدوس

Abstract

Disagreements and contrast are natural because of these deviations a human life and society could developed and established. Therefore, it can say that without any fear and hesitation that neither the unity of Ummah has faced culpability due to these *Fiqhī* disagreements nor debates of scholars and nor it will be faced in the future. On the condition, if it is kept in the limits of knowledge and honor. These causes neither complication of thoughts nor it creates collective issues, as it is improperly considered by some people. It is necessary to explain and clear the misconception that there is no contrast and differences in the basics of religious matters. And if there is disagreement in the creation and struggle of scholars, it is just for comparative study and for special age for special purpose, which is essential and indispensable. For this purpose, causes and nature of differences and their solution has been described. This article deals the different thoughts of different jurists, their causes and nature of deviations in the light of Qurānic verses and the Prophetic view.

Key words: Qurā'n, Sunnah, Jurists, Causes, Nature

* ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں۔

قرآن اور احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اختلاف اور اتفاق دونوں جلبِ منفعت اور دفعِ ضرر کے واسطے پائے جاتے تھے، یعنی اتفاق اور اختلاف کی آمیزش تھی۔ اتحاد اور اتفاق جو وقت کا اہم تقاضا ہے اس کے قیام کے بارے میں آیات اور احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ اتحاد و اتفاق اور یک جہتی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[1]

"اللہ کی رسی سب مل کر تھامے رکھو اور آپس میں پھوٹ مت ڈالو"۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[2]

"اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا، جو واضح دلیل آنے کے بعد بھی آپس میں الگ الگ ہو گئے اور اختلاف کیا، ایسے لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ[3]

"اور یہ میری سیدھی راہ ہے سو اِس کی اتباع کرو اور کئی راستوں کی اتباع نہ کرنا، تم کو یہ بات اللہ کے راستے سے بچھڑا دی گی"۔

ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ[4]

"بے شک جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ٹولی ٹولی بن گئے تم ان میں سے کسی میں سے نہیں ہو"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ[5]

---

1 آل عمران ۳:۱۰۳

2 آل عمران ۳:۱۰۵

3 الانعام ۶:۱۵۳

4 الانعام ۶:۱۵۹

5 الانفال ۸:۴۶

''تم آپس میں نہ جھگڑنا، ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے:

«إِنَّ أُمَّتِي لَاتَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ»[6]

''بے شک میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، سو جب تم اختلاف کو دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑو''۔

دوسری جگہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«يَدُ اللهِ مَعَ الجَمَاعَةِ»[7]

''جماعت کے ساتھ اللہ کی خاص مدد ہوتی ہے''۔

اِسی طرح ایک اور جگہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«اسْتَوُوا، وَلَا تَخْتَلِفُوا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ»[8]

''تم اپنی صف سیدھی رکھو اور اختلاف نہ کرو، ورنہ تمھارے دل مختلف ہو جائیں گے''۔

اِن مذکورہ آیات اور احادیث کے باجود جزوی اور فروعی مسائل میں اختلاف امتِ مسلمہ کے لیے باعثِ رحمت ہوتا ہے، پانچویں خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیزؒ نے فقہی اختلافات کی وضاحت اور اہمیت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے:

ما أحب أن أصحاب محمد ﷺ لايختلفون، لأنه لو كان قولا واحدا لكان الناس في ضيق[9]

''میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافِ رائے نہ ہوتا، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے''۔

اختلافِ رائے کی حکمت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ہر ادا کو محفوظ کرنا تھا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امت کی مختلف رائے دراصل سنت کی شرح ہے اور سنت قرآن کی شرح ہے۔ شاہ

[6] ابن ماجہ (م: ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ، (بیروت: داراحیاء الکتب العربیہ)، کتاب الفتن، باب سواد الاعظم، حدیث رقم ۳۹۵۰۔

[7] الترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م: ۲۷۹ھ)، السنن، (مصر: مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ)، تحقیق: احمد محمد شاکر، فواد عبد الباقی وغیرہ، أبواب الفتن، باب ما فی لزوم الجماعة، حدیث رقم ۲۱۶۶۔

[8] القشیری، امام مسلم بن حجاج بن مسلم (م: ۲۶۱ھ)، الصحیح، (بیروت: داراحیاء التراث العربی) تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، باب تسویة الصفوف و اقامتها، حدیث رقم ۴۳۲۔

[9] الزرقا، مصطفیٰ احمد، المدخل الفقهی العام، (دمشق: دار القلم، ۱۹۹۸ء)، ج ۱، ص ۲۷۰-۲۷۱۔

ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اختلاف دراصل اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے نہ کہ جائز و ناجائز کا۔ شعرانیؒ کے بقول "سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ "علمانے فلاں مسئلے میں اختلاف کیا"، یہ نہ کہا کرو، بلکہ ایسے کہا کرو کہ علمانے یہ گنجائش پیدا کی ہے۔

فقہی اختلافات کا پس منظر

اسلام کے تمام احکام و مسائل کے بنیادی سرچشمے قرآن و حدیث ہیں، شریعتِ اسلام کا مجموعہ دراصل دو چیزیں (قرآن و حدیث) ہیں۔قرآن کریم آخری کتاب ہے،اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہو گی، قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے یہ مشعلِ راہ ہے،اس میں جملہ شعبہ ہائے زندگی کے لیے سامان موجود ہے، یہ کتاب کامل اور مکمل ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا [10]

"آج کے دن ہم نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور اسلام کو بہ طور دین تمھارے لیے پسند کیا"۔

دوسری چیز حدیث دراصل قرآن مجید کی ہی تشریح ہے،یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ [11]

"اور آپ پر یہ کتاب ہم نے نازل کی، تاکہ آپ واضح کریں لوگوں کے لیے وہ چیز جو ان کی طرف نازل کی گئی"۔

انسانوں کی زندگی میں دو قسم کے اُمور ہیں:

۱۔ ٹھوس اور پائیدار ناقابلِ تغیر اُمور، مثلاً سچائی، جان و مال کی حفاظت، عبادت اور شکر وغیرہ۔

۲۔ وہ اُمور جن کے بارے میں اُصولی ہدایت دی گئی ہیں، مثلاً لباس، تجارتی معاملات، دھوکے اور جھگڑے سے بچنے کے اصول وغیرہ۔

عہدِ رسالت میں اختلاف کی نوعیت

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے زمانے میں فروعی مسائل میں اختلاف رائے کو مذموم قرار نہیں دیا، آپ ﷺ کے زمانے کا مشہور واقعہ ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الأَحْزَابِ: «لاَيُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ» فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ العَصْرُ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَلِكَ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ [12]

---

10 المائدة۵:۳

11 النحل ۱۶:۴۴

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ جنگ احزاب سے واپس ہوئے تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں پہنچ کر، چناں چہ بعض لوگوں کے راستہ میں ہی عصر کا وقت آ گیا، تو بعض نے کہا کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے جب تک کہ وہاں (بنی قریظہ) تک نہ جائیں اور بعض نے کہا کہ ہم تو نماز پڑھیں گے اور آپ ﷺ کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہم قضا کریں۔ جب اس کا ذکر رسول اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے کسی کو ملامت نہ کی۔

صحابہ کرام کے عہد میں اختلاف کی نوعیت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکباز جماعت کے ذریعے قرآن اور حدیث ہم تک پہنچا، نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جوں جوں مسائل بڑھتے گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف کا تناسب بھی بڑھتا گیا، اُس دور میں جو اختلاف رائے پیش آئے ان میں سے چند اہم اُمور مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تمام تر اختلافات کا محور فروعی مسائل تھا اور اُصولِ دین میں کوئی اختلاف نہ ہوا، نیز عقائد اور اُصول کے بارے اختلاف کی فوری تردید کی گئی۔

۲۔ فروعی مسائل میں جہاں دلیل قطعی موجود نہیں تھی وہاں رائے کے اختلاف کو غلط نہیں مانا گیا۔

۳۔ اُن کی نظر میں اختلاف رائے سببِ سہولت تھی نہ کہ سببِ انتشار۔

فقہی اختلافات کی اقسام

فقہی اختلافات کو تین بڑے اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور انھی اختلافات کی بناپر فقہی مسالک وجود میں آئے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ **عقائد میں اختلافات:** توحید، رسالت، ملائکہ، کتبِ سماویہ اور حشر پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اگرچہ رسالت کا ایک نہایت معمولی گوشہ ہے جس سے متعلق مختلف آرا ہو سکتی ہیں۔ باقی عقائد کے باب میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ اس باب میں ایک نظر اگر ڈالی جائے تو تمام گروہوں میں تقریباً یکسوئی ملے گی۔

۲۔ **عبادات میں اختلافات:** عبادات میں اگرچہ اختلاف موجود ہے، مگر بہت ہی قلیل۔ اکثر عبادات اور اس کے طور طریقوں میں اتفاق ہے، مثلاً نماز عبادات میں سر فہرست ہے، اگر نماز کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ

12 البخاری، محمد بن اسماعیل (م: ۲۵۶ھ)، صحیح البخاری، (بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ) تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، أبواب صلاۃ الخوف، باب صلاۃ الطالب والمطلوب راکبا و ایماء، حدیث رقم ۹۴۶۔

اس کے لاتعداد مسائل متفق علیہ ہیں، صرف چند فروعی مسائل میں اختلافات ہیں جو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ نماز کے اوقات، رکعات کی تعداد، اُس کے کلمات، ثنا، قیام، رکوع، سجود، تشہد اور درود وغیرہ سب متفق علیہ ہیں۔

۳۔ **معاملات میں اختلافات:** اس قسم کے اختلافات علما اور اہل علم کے دائرے تک محدود ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسلام فرد کی ذات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، لہٰذا موضوع بھی وہی مسائل ہیں جن کا مشاہدہ ایک عام مسلمان اپنی روزمرہ زندگی میں کرتا ہے۔ یہ اختلافات اس قسم کے نہیں ہیں کہ اس میں لچک نہ ہو، بلکہ مشکل کی صورت میں فقہا دوسرے مکتب فکر سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی اس کی مناسب رائے کو پسند کرتے ہیں اور اپنے امام کی رائے کو ترک کرتے ہیں۔ مثلاً امام ابو حنیفہ کے ہاں قابل کاشت زمین بٹائی پر دینا جائز نہیں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حنفی مکتبہ فکر کی رائے اس سے ہٹ کر ہے۔

فقہی اختلافات کے اسباب

بنیادی طور پر فقہی اختلافات کے اسباب دو ہیں: منطقی اور غیر منطقی

منطقی اسباب

منطقی وجوہ کا ہونا نہایت ضروری اور ناگزیر ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تنوع کی خاطر اللہ تعالیٰ نے یہ اختلافات خود پیدا کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت وضع کرتے وقت انسانی فطرت کے مطابق متنوع احکام نازل کیے ہیں۔ اللہ کے پیدا کردہ منطقی اسباب درجہ ذیل ہیں:

۱۔ **قرآن و سنت کے مفہوم میں اختلاف کی گنجائش:** فقہی اختلافات کا ایک سبب یہ ہے کہ قرآن و سنت کے مفہوم کی ایک سے زائد تعبیر و تشریح ہو سکتی ہے۔ مطلقہ کی عدت کا تعین قرآن نے ثلاثۃ قروء سے تعبیر کیا۔ لہٰذا احناف اِس سے تین حیض مراد لیتے ہیں، جب کہ شوافع نے اس سے طہر مراد لیا ہے اور اس میں ان دونوں معانی کی گنجائش ہے۔

۲۔ **سنت کے علم میں کمی بیشی:** کسی ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات سنی، اُس پر عمل کیا، دوسروں کو اس کی خبر نہ ہوئی، وہ اپنے فہم کے مطابق عمل کرتے رہے۔ اسی طرح بعض صحابہ کسی ضرورت کے پیش نظر دوسرے علاقوں میں پھیل گئے، اُنھیں جس قدر سنتوں کا علم تھا اُس پر عمل کرتے رہے۔ اس طرح لوگوں کے لیے مختلف طریقوں پر عمل کرنا شروع ہو گئے۔

۳۔ **انسانی فہم:** انسان کے فہم مختلف ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فہم دیا ہے، قرآن اور احادیث کے مطالعے سے بھی مختلف انسان مختلف چیزیں سیکھتے ہیں، مثلاً وصال النبی ﷺ کے بعد مانعین زکوۃ کے بارے میں اکثر صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ ان لوگوں سے درگزر کیا جائے، لیکن اکیلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ مانعینِ زکوۃ کے خلاف جہاد کرنا

چاہیے، کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ زکوۃ کو بھی وہی اہمیت حاصل ہے جو نماز کو حاصل ہے۔اس رائے کے بعد دوسرے صحابہ نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو اپنالیا۔[13] انسانی فہم کے باعث قرآن وسنت میں اختلافات کی گنجائش موجود رہتی ہے۔

۴۔ وقت کی تبدیلی: وقت کی تبدیلی کے باعث جب معلومات سامنے آتے ہیں تو متاخرین کو سوچ وفکر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض اوقات آرا میں بڑے پیانے پر تبدیلی رونما ہوتی ہے، جس کی وجہ سے آرا میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔

۵۔ مقام کی تبدیلی: نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زرعی اجناس کا پیمانہ صاع تھا، جس کی مقدار مختلف علاقوں میں کم وبیش تھی، چناں چہ صدقہ فطر کے لیے صاعِ گندم میں بعض کے ہاں مدینہ میں مروّج صاع ہے، جب کہ بعض کے ہاں مدینہ کا صاع معتبر نہیں ہے۔[14]

٦۔ حالات میں تبدیلی: زمانے یا وقت میں تبدیلی کی وجہ سے بھی احکامات میں تبدیلی ممکن ہو سکتی ہے، مثلاً حضور ﷺ نے پرانے عقائد کے اثرات کی وجہ سے ابتدائے اسلام میں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا، لیکن بعدازاں عقائد کی پختگی کی وجہ سے زیارتِ قبور کی اجازت مل گئی۔[15]

۷۔ انسانی مزاج میں تنوع: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دوسرے انسان سے مختلف پیدا کیا ہے، ہر انسان کے خیالات دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ تنوع اور ذوق اللہ تعالیٰ کی ودیعت ہے، جب تک شریعت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہوں۔ لہٰذا قرآن وسنت کے احکام اور اُسوۂ حسنہ کے مختلف پہلوؤں سے ہر ایک اپنی اپنی پسند سے ایک پہلو پسند کرتا ہے۔ مثلاً کوئی ابتداءِ وحی اقرء کو دلیل بنا کر تعلیم و تعلم کو اوڑھنا بچھونا بناتا ہے، بعض حضرات آیاتِ جہاد کو دلیل بنا کر شجاعت، بہادری اور دلیری کی دعوت دیتے ہیں۔ کوئی مال ودولت سے کراہیت پیدا کرنے والے احکام سن کر فقر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، جب کہ بعض اصحاب سخاوتِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دلیل بناتے ہوئے مال کو اشاعتِ دین کا سبب گردانتے ہیں۔ یہ سب افعال اسلامی تعلیمات کے وسیع دستر خواں ہیں، جن سے ہر ایک اپنے اپنے مزاج کے مطابق کھانا پیتا ہے۔

---

13 ابن کثیر، عماد الدین، تاریخ ابن کثیر اُردو، (کراچی: نفیس اکیڈمی، س ن)، مترجم: مولانا اختر فتح پوری، ج٦، ص ١١٥٣۔

14 النسائی، احمد بن اشعث، سنن نسائی، کتاب الزکوۃ۔

15 الترمذی، الجامع، أبواب الجنائز، باب ما جاء في رخصة زيارة القبور، حدیث رقم ١٠٥٤۔

غیر منطقی اسباب

اسبابِ منطقی کے ہوتے ہوئے اتحاد اور اتفاق ممکن ہو سکتا ہے، جب کہ اسباب غیر منطقی کے ہوتے ہوئے انتشار ہو گا۔ اسبابِ غیر منطقی کی موجودگی میں اتحاد اور اتفاق ممکن نہیں ہے۔ اسباب غیر منطقی درج ذیل ہیں:

۱۔ **جہالت:** جہالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی خاص علم سے بے بہرہ ہو، اگرچہ دوسرے علم کا ماہر ہو، مثلاً کوئی ماہر کیمیا، اگر علمِ طب سے متعلق نہ جانتا ہو تو یہ علمِ طب میں جاہل متصور ہو گا۔ لہٰذا جاہل لوگوں نے اپنے کسی دوسرے منصب و مرتبے کی وجہ سے اسلامی علوم میں رائے دینے لگے، نتیجتاً اُمت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ عوام بالکل جاہل ہونے کی وجہ سے اپنے سے برتر افراد کی اتباع کرتے ہیں۔

۲۔ **رابطے کا فقدان:** غلط اور صحیح طرز کے مکاتب فکر کے بننے سے ان میں ایک بڑی علت یہ پیدا ہوئی کہ انھوں نے اپنی فکر کو ہی صحیح سمجھا اور دوسروں کو غلط گردانا۔ کسی نے بھی یہ کوشش نہ کی کہ اپنے علاوہ دوسرے کیا کہتے ہیں۔ علمی مباحث کے دروازے دونوں نے ایک دوسرے کے لیے بند کر دیئے، جس کی وجہ سے ایک دوسرے کو برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔ یہ خرابی بھی اسلامی تعلیمات کی وجہ سے نہیں بلکہ انسانی فکر کی کجی کا نتیجہ ہے۔

۳۔ **ترجیحات کا واضح نہ ہونا:** اسلام کے بعض کو کل سمجھ کر اس کو اپنا ایمان قرار دینا درست نہیں، اور نہ ہی کسی خاص طریقے کو صحیح سمجھ کر باقی کو نظر انداز کر دینا درست ہے۔ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ جہاد، تبلیغ، تعلیم و تعلم اور تصوف سب دین کے شعبے ہیں، لیکن ایک شعبے میں رہ کر دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والوں پر ردّ کرنا درست نہیں۔

۴۔ **غیر اسلامی افکار و نظریات:** اسلام کی خالص اور سچی فکر کو خراب کرنے میں غیر اسلامی افکار و نظریات نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد دوسرے مسلمان حکمرانوں کے دورِ حکومت میں یونانی کتب کے تراجم کی وجہ سے مسلمان مفکرین متأثر ہوئے۔ یہ چیز کلام اللہ و سنت رسول اللہ کو تو نہ تبدیل کر سکی، لیکن اُس نے کلام اللہ و سنت رسول اللہ کی تعبیر و تشریح میں اختلاف ضرور پیدا کیا۔ اس کی وجہ مسلم مفکرین کی اپنی انفعالیت تھی، کلام اللہ و سنت رسول اللہ کی تعلیمات میں یہ گنجائش نہیں تھی۔

اختلافات کو ختم کرنے کے لیے تجاویز اور سفارشات

اختلافات کو ختم کرنے کے لیے اجتماعی کوشش کی طرح انفرادی کوشش بھی ضروری ہے۔ بہ ہر حال چند صورتیں ایسی ہیں جن کی بہ دولت اختلافات کا تدارک ہو سکتا ہے۔

۱۔ عربی زبان کا جاننا: بہت سے اختلافات محض عربی زبان سے لاعلمی کی وجہ سے ہیں۔اب بھی اگر عربی زبان کا علم عام ہو جائے تواختلافات کاایک بڑاحصہ خود بہ خود ختم ہو جائے گا۔ہم (عجمی) قرآن وسنت کو بغیر سمجھے پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ یہ بھی پتا نہیں ہوتا کہ ہم نماز میں کیاپڑھتے ہیں۔اختلافات کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی عربی زبان کا علم ہر مسلمان کواس طرح حاصل ہو جائے جس طرح قومی زبان میں مہارت رکھتے ہیں،تاکہ پتا چلے کہ کلام اللہ، حدیث اور نماز وغیرہ میں ہم کیاپڑھتے ہیں۔امام شافعی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ عربی زبان کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔[16]

۲۔ قرآن وسنت کا مطالعہ :اختلافات کو ختم کرنے میں قرآن وسنت کا مطالعہ نہایت ہی کارآمد اور مفید ہے، قرآن وسنت کا مطالعہ عربی کے فہم پر مشروط نہیں ہے۔قرآن وسنت سے دوری نے بھی امت کو اختلافات کی گھاٹی میں اتارا ہے۔قرآن کے احکام کو جان کر دین کی نعمتیں معلوم کی جاسکتی ہیں،اور یہ جان سکتے ہیں کہ مومن سے اسلام کے اصل اور حقیقی مطالبات کیا ہیں؟قرآن کے دوسرے معجزات کے ساتھ ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ قرآن کے مضامین عام فہم اور سادہ ہیں، اس میں عام صاحبِ عقل سلیم انسان کے لیے بھی کشش محسوس ہوتی ہے،البتہ مقدارِ فہم کے اعتبار سے کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے۔حضور ﷺ نے اپنی زندگی کیسے گزاری؟ خانگی زندگی ہو یاہمسایوں کے ساتھ سلوک کا معاملہ، یا پھر عزیز واقارب کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ ہو، زندگی کے ہر پہلو میں حضور ﷺ نے امت کو واضح کر کے بتایاہے۔اس لیے حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے بارے میں عمل کی نیت سے علم حاصل کرنا بھی اختلافات کو دور کرنے کااہم قدم ہے۔

۳۔ تعلیماتِ اسلامی پر عمل :اسلام صرف دانشورانہ فضا قائم کرنے کے لیے نہیں کہ صرف علمی مجالس کاانعقاد کیاجائے، اگرچہ اس کی اہمیت کاانکار نہیں کیاجاسکتا، لیکن اس کے ساتھ عمل بھی ناگزیر ہے۔اس وقت اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کا معاملہ کچھ اِسی طرح ہے کہ دین کا فہم رکھنے کے باوجود عمل سے دور ہوتے ہیں۔اختلاف کا خاتمہ تب ہی ممکن ہے کہ اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کرنے کے بعد اسے عمل کی کسوٹی پر بھی پرکھا جائے۔ بالخصوص انسانوں کے باہمی مراسم وتعلقات میں تواسلامی تعلیمات کا گہرا عمل دخل ہوتا ہے۔

---

16 الشافعی، محمد بن ادریس (م: ۲۰۴ھ)،الرسالۃ،(بیروت: دارالعلمیہ، س ن)، ص۴۸۔

اختلاف کس حد تک ممکن اور ضروری ہے؟

منطقی اسباب فطری اور ناگزیر ہیں۔اِس قسم کے اختلافات کا نہ صرف خاتمہ ممکن نہیں، بلکہ یہ اسلامی معاشرے کی اہم ضرورت ہیں۔اسی قسم کے اختلافات کے باعث معاشرے کا ارتقا ہوتا ہے،انسانی سوچ کو نت نئی راہیں ملتی ہیں، معاشرتی اور سماجی اداروں کا وجود عمل میں آتا ہے اور اسی کی بہ دولت انسانی تہذیب صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتی ہے۔یہی اختلاف اسلامی معاشرے کی اہم ضرورت ہے اور حدود میں رہ کر اتحاد واتفاق کی فضا قائم کی جاسکتی ہے۔اس کے برعکس وہ اختلافات جن کے اسباب غیر منطقی ہیں، وہ اسلامی ریاست کی ترقی اور اتحاد واتفاق کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

خلاصہ بحث

اگرچہ اسلام میں اتحاد واتفاق کی بڑی تاکید آئی ہے، لیکن اس کے باوجود نبی کریمﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اختلاف اور اتفاق کی آمیزش پائی جاتی تھی،یعنی نبی کریمﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی اختلافِ محمود پایا جاتا تھا، گویا کہ منطقی اختلافات (اختلافِ محمود) کا پایا جانا لازمی اور اتحاد واتفاق کے قیام میں مفید ہے، جب کہ غیر منطقی (اختلافِ مذموم) اسلامی معاشرے کی ترقی اور اتحاد واتفاق میں رکاوٹ ہے۔ان اختلافات کے اسباب کی دو قسمیں ہیں۔اوّل: منطقی اسباب، مثلاً قرآن وحدیث میں اختلاف کی گنجائش،سنت کے علم میں کمی بیشی،انسانی فہم،وقت کی تبدیلی، مقام میں تبدیلی اور حالات میں تبدیلی۔دوم: غیر منطقی اسباب، مثلاً جہالت، رابطے کا فقدان، ترجیحات کا واضح نہ ہونا اور غیر اسلامی افکار اور نظریات۔اختلافات مذموم کو ختم کرنے کے لیے تدارک تین ہیں: اوّل: عربی زبان کا علم۔ثانی: قرآن وحدیث کا مطالعہ۔ثالث: اسلامی تعلیمات پر عمل۔